جناب عرفان صدیقی
معروف کالم نگار و دانشور

معافی ...... تلافی مانگتی ہے !

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا متحدہ مجلس عمل کا تاسیسی اور بنیادی بانی ہونا دنیا پر عیاں ہے' اسکے باوجود مجلس عمل کی پالیسیوں اور رسوائے زمانہ ایل ایف او پر حکومت سے سمجھوتہ کرنے کے بعد مولانا مدظلہ اور ان کی جماعت جمعیت علماء اسلام کو ایم ایم اے کیساتھ چلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ جناب عرفان صدیقی کی اس تحریر کا لفظ لفظ مولانا مدظلہ کے اُس وقت کی ایل ایف او کی مخالفت اور مؤقف پر مہر تصدیق ثبت کررہا ہے۔ (ادارہ)

اچھا ہوا کہ قاضی صاحب نے نہ صرف اعتراف کرلیا کہ سترھویں ترمیم غلطی تھی بلکہ اس پر قوم سے معافی بھی مانگ لی۔ لیکن ''تلافی''......؟ یہ ایک الجھا ہوا معاملہ ہے اور ایم ایم اے کی تفصیلی وضاحت کا تقاضا کرتا ہے۔ سترہویں ترمیم کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ یہ دستور کو مسخ کرنے' اس کی روح پر کاری ضرب لگانے' اس کے پارلیمانی ڈھانچے کو صدارتی قالب میں ڈھالنے' وزیر اعظم کے بجائے صدر کو تمام تر اختیارات کا مرکز بنانے' سلطانی جمہور کی ناک میں اسٹیبلشمنٹ کے مکروہ عزائم کی نکیل ڈالنے اور سول سوسائٹی کی طویل جدوجہد پر پانی پھیر دینے کی ایسی واردات تھی جس نے قوم کے حساس اور باشعور طبقوں کو زبردست ذہنی وقلبی اذیت پہنچائی' تب جو شخص بھی اس ترمیم کے خلاف لب کشائی کرتا اسے نشانے پر دھر لیا جاتا تھا اور دینی جماعتوں کا دشمن قرار دے کر مطعون کیا جاتا تھا' میں خود اس تجربے سے گزرا ہوں اور یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں کہ تب جمعیت العلمائے اسلام کے بجائے سارے تیر جماعت اسلامی کی کمین گاہوں کی طرف سے آرہے تھے اور کوئی اخلاص پر مبنی اختلاف رائے سننے کو بھی آمادہ نہ تھا۔ یہ ایک الگ کہانی ہے جو کسی وقت کہی جائے گی۔

سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے اس ایل ایف او کو آئین کا جائز اور برحق حصہ مان لیا گیا جس کے خلاف شعلہ باز تقریریں کر کے ایم ایم اے نے انتخابات جیتے تھے اور جس کے بارے میں خود قاضی صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ایل ایف او آئین کا حصہ بنا تو میں اسمبلی سے مستعفی ہوجاؤں گا۔ پھر ستم یہ ہوا کہ

پہلے ایل ایف او کو آئین میں کی جانے والی ایک جائز ترمیم تسلیم کرلیا گیا پھر اس ترامیم شدہ آئین میں مزید ترامیم کے لئے سترہویں ترمیم لائی گئی۔ اب ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ اس فتنہ ساماں ترمیم کے ذریعے آئین کے ۲۹ اساسی آرٹیکلز کی کم وبیش ۱۳۰ شقوں میں ترامی کردی گئیں۔ ہم کیسے فراموش کردیں اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے ۱۲راکتوبر ۱۹۹۹ء کے انقلاب کو درست قرار دیا گیا۔ ہم کیسے بھلادیں کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے آرٹیکل 270AA کا اضافہ کرکے جنرل پرویز مشرف کے تمام احکامات تمام فرامین' تمام حکم ناموں' بشمول ۱۴راکتوبر ۱۹۹۹ء کے اعلان ایمرجنسی' پی سی او کے تحت ججوں کے حلف میں تبدیلی' ریفرنڈم' آغا خان بورڈ کے قیام' جداگانہ انتخابات کے خاتمے' ایل ایف او کے اجراء اور چار برسوں پر محیط صدر مشرف کے تمام اقدامات کو الف سے یے تک درست قرار دیا گیا ۔ترمیم کے الفاظ یہ ہیں:

''ان تمام اقدامات کے بارے میں تصور کیا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے' مجاز اتھارٹی کی طرف سے بنائے گئے ہیں چاہے آئین کا تقاضا کچھ بھی ہو اور انہیں کسی بھی بنیاد پر کسی بھی عدالت کے سامنے زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔'' ہم کیسے نظر انداز کردیں کہ اس ترمیم کے ذریعے صدر کو منتخب اسمبلیاں توڑنے اور وزیر اعظم کو گھر بھیج دینے کا آمرانہ اختیار پھر سے بحال کردیا گیا جو تیرہویں ترمیم کے ذریعے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے سو فیصد اتفاق رائے کے ساتھ آئین سے نکال پھینکا تھا؟ ہم کیسے صرف نظر کرلیں کہ اس ترمیم کے ذریعے اعلیٰ فوجی مناصب پر تقرری کے صوابدیدی اختیار ایک بار پھر صدر کی جھولی میں ڈال دیئے گئے جو دنیا بھر کے پارلیمانی نظاموں میں صرف وزیر اعظم کو حاصل ہیں؟

سترہویں ترمیم کا گہرا زخم قاضی صاحب کے ایک حرف اعتذار سے نہیں بھر سکتا۔ پاکستان میں دستور کی رسوائی اور جمہوری عمل کی تاخت وتاراج کا نوحہ لکھنے والا مورخ جب اہل سیاست کی بے ہنری اور مفاد کیشی کا باب رقم کرے گا تو سترہویں ترمیم کے خاکے میں رنگ بھرنے والوں کا ذکر سب سے پہلے ہوگا۔ یہ ہماری قومی تاریخ کی واحد جمہوریت کش ترمیم ہے جس میں قرآن وسنت کی فرمانروائی کا پرچم اٹھانے والے وارثان منبر ومحراب نے 'اسٹیبلشمنٹ' کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اپنی پارلیمانی قوت کا سارا وزن آمریت کے پلڑے میں ڈال دیا۔ عام انتخابات میں دینی تشخص رکھنے والی جماعتیں کبھی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کرسکیں۔ ۲۰۰۲ء کی انتخابی فضا مختلف تھی۔ دونوں بڑی جماعتیں زیر عتاب تھیں۔ افغانستان پر امریکی حملے نے طالبان کے نام لیواؤں کے لئے ہمدردی کی ایک لہر اٹھادی تھی۔ نواز شریف اور بینظیر کو سیاست سے بے دخل رکھنے والے لوزہ گر اپنے مفادات کے لئے دینی جماعتوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ایم ایم اے نے بیک وقت امریکہ اور مشرف کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس فضا سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ارکان کی ریکارڈ تعداد پارلیمنٹ میں پہنچ گئی۔ مستقبل کا حال اللہ ہی جانتا ہے لیکن تاریخ میں پہلی بار اتنی

اکثریت حاصل کرنے اوراس اکثریت کو دستور کا چہرہ مسخ کر کے فوجی آمر کے تمام تر اقدامات کو خلعت جواز پہنانے کے لئے استعمال کرنے کا داغ محض ایک حرف اعتذار سے دھل نہیں سکتا۔

مجھے صبح سے فون آرہے ہیں کہ کیا واقعی سترہویں ترمیم کے ذریعے صدر پرویز مشرف کے تمام اقدامات کی توثیق کردی گئی تھی؟ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔اس فتنہ ساماں ترمیم نے تو آٹھویں ترمیم کو بھی مات کردیا۔اس ترمیم کے ذریعے جنرل تنویر نقوی کے بے سروپا ضلعی نظام کو آئینی تحفظ دے دیا گیا۔اس ترمیم کے آرٹیکل (7)41 کے ذریعے تسلیم کیا گیا۔صدر مشرف کو جمہوری طور پر عوام کی طرف سے پانچ برس صدر رہنے کا مینڈیٹ حاصل ہوگیا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے قومی اسمبلی میں خواتین کو 60 خصوصی نشستیں عطا کردی گئیں' اس ترمیم کے ذریعے نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کے لئے قانون سازی کا حق دے دیا گیا' اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کو مزید ایک سال تک وردی سمیت' اسلامی جمہوری پاکستان کے منصب صدارت پر فائز رہنے کی اجازت دے دی گئی۔اس ترمیم کے ذریعے صدارتی انتخاب کے بجائے اعتماد کے ووٹ کا ایک نیا تصور تراشا گیا جسے باضابطہ طور پر آئینی انتخاب کا درجہ دے دیا گیا۔اس ترمیم کے ذریعے ان انتخابی ضابطوں کو منظور کرلیا گیا کہ دوبارہ وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز رہنے والا شخص' تیسری بار وزیراعظم نہیں ہوسکتا۔

ذرا ترمیم کے آرٹیکل (270(AA-1 کے الفاظ پر غور کیجئے:

"..... And all other laws made between the twelfth day of October, one thousand nine hundred and ninety and the date on which this article comes into force (both days inclusive) having been duly made or accordingly affirmed adopted and declared to have been validly made by the competent authority and not with standing anything contained in the constitution shall be called in question in any court or forum on any ground what so ever."

(اور تمام وہ قوانین جو ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اس دن تک جب آئین کا یہ آرٹیکل روبہ عمل آئے گا۔ (دونوں ایام شامل ہیں) کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے بنائے گئے' درست طور پر ان کی توثیق ہوئی اور مجاز اتھارٹی نے انہیں صحیح طریقے سے بنایا اور آئین میں درج کسی بھی دوسرے ضابطے سے قطع نظر" انہیں کسی بھی عدالت یا دوسرے فورم کے سامنے چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔)

یہ سوال بے محل ہے کہ اس کے جواب میں ایم ایم اے نے کیا پایا۔اگر کوئی کہے گا کہ صاحبان جبہ و دستار نے یہ کام محض اللہ کی خوشنودی اور خلق خدا کے لئے کیا تو میں مفادات کی جامع فہرست پیش کردوں گا۔یہ دلیل بھی بودی ہے

کہ ہم پرویز مشرف کی وردی اتروا کر فوج کو واپسی کا راستہ دے رہے تھے۔ فوج اس طرح کے راستوں کی متلاشی نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے دوسروں کے تراشے ہوئے راستے پسند آتے ہیں۔ خدائی خدمت گاروں نے ایوب خان، یحییٰ خان، ضیاء الحق، سبھی کو واپسی کے محفوظ راستے دیئے لیکن سب نے اپنی تقدیر خود رقم کی۔ آمروں کو راستے بتانے والوں کی نہیں، اپنی راہوں سے کانٹے چننے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام ایم ایم اے نے اس مذہبی خشوع و خضوع کے ساتھ کیا کہ ایک عالم انگشت بدنداں رہ گیا۔ مسلم لیگ (ق) تو بنی ہی اس کام کے لئے تھی۔ لیکن ایم ایم اے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ جنرل مشرف کے عزائم کو ناکام بنانے کا نعرہ لگاتے ہوئے پارلیمنٹ میں گئی تھی۔ اسے صدر مشرف کے کسی ایک بھی اقدام کو خلعت جواز پہناتے ہوئے ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔ اگر دین کے نام پر سیاست کرنے والے بھی اقتدار کی حریص عمومی سیاسی جماعتوں کی طرح موقع پرستی، پینترا بازی اور حیلہ سازی کا چلن اپنالیں تو کہاں کے اصول، کون سا نظریہ اور کس طرح کا نصب العین؟

سترہویں ترمیم اس وقت ہوئی جب امریکہ افغانستان پر یلغار کر چکا تھا بلکہ عراق کا قتل عام بھی شروع تھا۔ ایم ایم اے دونوں جنگوں کے خلاف ملین مارچ کر رہی تھی اور اسے اس جنگ کے سب سے بڑے حلیف اور امریکہ کے سب سے اہم اتحادی صدر پرویز مشرف کے ساتھ ڈیل کرتے اس کے تمام اقدامات کی توثیق کرتے، اسے وردی سمیت جائز طور پر منتخب صدر تسلیم کرتے اور مزید پانچ برس کی حکمرانی کا راستہ دکھاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں آیا۔ مذاکرات کے دوران بھی کسی مرحلے میں یہ مطالبہ نہ اٹھا کہ ہم ایل او ایف کو اس شرط پر تسلیم کرلیں گے کہ صدر مشرف اپنی پالیسیوں میں توازن لائیں۔

سترہویں ترمیم کی منظوری اور صدر مشرف کی طرف سے وردی اتارنے سے انکار کے بعد بھی ایم ایم اے نے کوئی طوفان نہیں اٹھایا۔ نواب اکبر بگٹی کے قتل پر اپوزیشن یکسو ہوئی اور استعفوں کا معاملہ سنجیدگی سے اٹھا تو مولانا فضل الرحمان نے دلیل دی کہ ہم کسی سردار کے لئے کیوں استعفیٰ دیں، البتہ حدود آرڈیننس میں تبدیلی ہوئی تو ہم مستعفی ہو جائیں گے، پھر نام نہاد تحفظِ حقوق نسواں بل بھی آ گیا اور استعفے ایشیائی حسیناؤں کی کہہ مکرنی بن گئے۔

سترہویں ترمیم دستور کے چہرے پر تیزاب پھینکنے کے مترادف ہے، اب کوئی پلاسٹک سرجری اسے اپنی حالت پر واپس نہیں لاسکتی، ستم یہ ہے کہ ایم ایم اے آج بھی بلوچستان میں مسلم لیگ (ق) کے ساتھ شریک اقتدار ہے اور اس کے تمام ارکان وزارتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پھر معافی کیا اور تلافی کیا؟ جانے اب لیل و نہار کی کتنی گردشوں کے بعد وہ پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو اس ناسور کو جسدِ دستور سے باہر نکال پھینکے گی۔ 'معافی' کے پانچ حرفی مرکب سے اس سرطان کی مسیحائی ممکن ہوتی تو کیا چاہیے تھا۔